



ADVANCE SOCIAL SCIENCE ARCHIVE JOURNAL

Available Online: <https://assajournal.com>

Vol. 04 No. 01. July-September 2025. Page# 4538-4561

Print ISSN: [3006-2497](#) Online ISSN: [3006-2500](#)Platform & Workflow by: [Open Journal Systems](#)

Economic Principles of the Rightly Guided Caliphs and the Contemporary Financial System: A Comparative Study

خلفائے راشدین کے اقتصادی اصول اور عصر حاضر کا مالیاتی نظام: ایک تقابلی مطالعہ

Dr. Abad ur Rahman

Assistant Professor, Department of Islamic Studies, University of Chitral, Khyber Pakhtunkhwa

abad.rahman@uoch.edu.pk

Dr. Tahmina Fazil

Assistant professor (Islamic studies), University of Education Vehari Campus

tahminafazil261@gmail.com

Dr. Muhammad Asim Shahbaz

Instructor Islamic Studies, Department of Related Sciences, University of Rasul, Mandi

Bahauddin

amasimshahbaz8@gmail.com

ABSTRACT

The era of the Rightly Guided Caliphs represents a foundational period in Islamic history where divine guidance and administrative wisdom converged to establish a balanced and ethical economic system. The economic principles of the Rashidun Caliphs were not confined merely to fiscal management but embodied a comprehensive moral and social philosophy aimed at ensuring justice, equality, and the collective welfare of society. Their governance emphasized transparency, accountability, and equitable distribution of wealth, preventing economic concentration and social disparity. During the caliphates of Abu Bakr and 'Umar, financial administration was characterized by austerity, integrity, and a strong sense of public accountability. Under 'Uthmān, economic expansion was accompanied by the development of trade, industry, and agriculture, while 'Alī's rule reflected firm measures against economic injustice and corruption. Collectively, these policies established a moral-economic framework rooted in fairness, responsibility, and public service. In contrast, the modern global financial system operates primarily on capitalist principles, emphasizing profit maximization, interest-based transactions, and speculative market mechanisms. This structure has led to widespread economic inequality, social exploitation, and recurring financial crises. The dominance of global financial institutions and debt-based economies has marginalized ethical and human considerations in economic policymaking. This comparative study highlights that the economic model of the Rashidun Caliphate provides not only a morally superior framework but also a viable and sustainable alternative to contemporary financial structures. Integrating its core principles justice, equity, transparency, accountability, and moral responsibility into modern economic policies could lead to a global financial order grounded in human welfare, social balance, and sustainable development.

Keywords: Rashidun Caliphs, Islamic Economic Principles, Economic Justice, Capitalist System, Financial Ethics, Comparative Study, Sustainable Economy, Wealth Distribution, Accountability, Moral Governance.

اسلامی تاریخ میں خلافتِ راشدہ کا دور وہ نمونہ ہے جس میں دینی اصولوں اور عملی تدبیر کے امتزاج سے ایک مثالی نظام حکومت اور معیشت قائم کیا گیا۔ خلفائے راشدین کے اقتصادی اصول نہ صرف مذہبی و اخلاقی بنیادوں پر قائم تھے بلکہ انہوں نے عملی طور پر ایک ایسا فلاحی ماڈل پیش کیا جو عدلِ اجتماعی، معاشی مساوات، اور انسانی وقار کے اصولوں کو یکجا کرتا تھا۔ ان کے دور میں معیشت کا بنیادی مقصد دولت کی غیر منصفانہ تقسیم کو روکنا، معاشرتی طبقات کے درمیان توازن قائم رکھنا، اور بیت المال کے وسائل کو عوامی فلاح کے لیے بروئے کار لانا تھا۔ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے ادوار میں مالی نظم و نسق کے شفاف اصول متعارف ہوئے، بیت المال کے استعمال میں احتیاط اور احتساب کی روایت مضبوط ہوئی۔ حضرت عثمانؓ کے دور میں معاشی وسعت کے ساتھ تجارت، صنعت، اور زراعت کے فروغ کو ریاستی پالیسی کا حصہ بنایا گیا، جب کہ حضرت علیؓ نے مالی انصاف، محاسبہ اور دولت کے غیر منصفانہ ارتکاز کے خلاف بھرپور اقدامات کیے۔ ان تمام اقدامات میں بنیادی روح یہ تھی کہ ریاست کا اقتصادی نظام اخلاق، مساوات، اور خدمتِ خلق پر مبنی ہو۔ اس کے مقابلے میں عصرِ حاضر کا مالیاتی نظام سرمایہ دارانہ اصولوں، شرحِ سود، اور منڈی کی غیر محدود قوتوں پر استوار ہے۔ اس نظام میں دولت چند طبقات کے ہاتھوں مرکوز ہو کر معاشرتی ناہمواری، استحصال، اور اخلاقی زوال کا باعث بنی ہے۔ عالمی مالیاتی اداروں کے اثر و نفوذ نے کمزور معیشتوں کو قرضوں اور مالی دباؤ کے جال میں جکڑ دیا ہے۔ نتیجتاً، معیشت سے انسانی پہلو اور اخلاقی ذمہ داری کا تصور تقریباً ناپید ہو چکا ہے۔ یہ تقابلی مطالعہ اس حقیقت کو اجاگر کرتا ہے کہ خلفائے راشدین کے عہد کے اقتصادی اصول نہ صرف مذہبی و اخلاقی بنیادوں پر برتر ہیں بلکہ عملی لحاظ سے بھی ایک پائیدار، متوازن اور منصفانہ نظام معیشت کا موثر نمونہ پیش کرتے ہیں۔ اگر موجودہ مالیاتی ڈھانچوں میں ان اصولوں جیسے شفافیت، مساوات، عدلِ مالی، امانت، اور احتساب کو جدید اقتصادی پالیسیوں کے ساتھ ہم آہنگ کیا جائے تو عالمی سطح پر ایک ایسا مالیاتی نظام تشکیل دیا جاسکتا ہے جو انسانی فلاح، معاشرتی استحکام، اور پائیدار ترقی کی ضمانت فراہم کرے۔

اسلامی نظام معیشت

اسلامی معیشت کی بنیاد توحید، عدل، خلافت اور فلاح پر ہے، جس میں انسان کو خلیفۃ اللہ کی حیثیت سے زمین پر مالی و معاشی نظم سنبھالنے کی ذمہ داری دی گئی ہے۔ قرآن کریم انسان کو مالی تصرف میں امانت دار اور جواب دہ قرار دیتا ہے۔ جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

"وَأَنْفِقُوا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُسْتَخْلَفِينَ فِيهِ"¹

اور خرچ کرو اس میں سے جو اللہ نے تمہیں اس میں نائب بنایا ہے۔

اس آیت میں "مُسْتَخْلَفِينَ" کا مفہوم یہ واضح کرتا ہے کہ انسان مال کا مالک حقیقی نہیں بلکہ نائب ہے، اور وہی نائب جو اللہ کے احکام کے مطابق تصرف کرے۔ امام رازی اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

¹ القرآن، سورة الحديد: 7

"والمعنى أن الأموال التي في أيديكم ليست لكم في الحقيقة، وإنما أنتم فيها بمنزلة نواب الله وخلفائه"²

یعنی ان کے مفہوم کے مطابق جو مال تمہارے ہاتھ میں ہے، وہ حقیقتاً تمہارا نہیں بلکہ تم اس میں اللہ کے نائب اور خلیفہ ہو۔

یہی اصول خلفائے راشدین کے مالیاتی نظام میں مرکزی حیثیت رکھتا تھا۔ خلافتِ راشدہ کا نظام معیشت شخصی ملکیت کو تسلیم کرتے ہوئے اجتماعی فلاح کے دائرے میں اسے محدود کرتا ہے۔ حضرت عمرؓ کا مشہور قول اس نظریے کی عکاسی کرتا ہے:

"لو استقبلت من أمري ما استدبرت لأخذت فضول أموال الأغنياء فقسمتها في فقراء المهاجرين"³

اگر مجھے موقع ملتا تو میں مالداروں کے فاضل مال کو لے کر فقراء میں تقسیم کر دیتا۔

حضرت عمرؓ کے نزدیک دولت کی غیر منصفانہ تقسیم ایک ایسا مسئلہ تھا جسے اگر بروقت حل کیا جاتا تو سماجی توازن برقرار رہتا۔ ان کا نظریہ نہ صرف معیشت کی پاکیزگی بلکہ دولت کے ارتکاز کے خلاف عملی قدم تھا۔ اسلامی اقتصادی نظام کا نظریاتی خاکہ انفرادی ملکیت، ریاستی مداخلت برائے فلاح، زکوٰۃ، عشر، بیت المال اور احتسابِ معیشت جیسے اصولوں پر استوار ہے۔ چنانچہ عصر حاضر میں ان اصولوں کے مقابل مغربی سرمایہ دارانہ یا اشتراکی نظام بالکل مختلف اساسات پر قائم ہیں، جو یا تو شخصی ملکیت کو مطلق مانتے ہیں یا کلیتاً ختم کر دیتے ہیں، جب کہ اسلام اعتدال پر قائم ہے۔

عصر حاضر کا مالیاتی نظام

اسلام ایک ایسا جامع دین ہے جو نہ صرف روحانی زندگی کی رہنمائی کرتا ہے بلکہ معاشی، سماجی، اور سیاسی پہلوؤں کو بھی اپنی تعلیمات کے دائرے میں شامل کرتا ہے۔ اس کے ابتدائی نفاذ کا زمانہ، یعنی خلافتِ راشدہ کا دور، ایک ایسا عہد ہے جس میں اسلامی اصولوں پر مبنی ایک مثالی ریاست کا قیام عمل میں آیا۔ خلفائے راشدینؓ نے رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کو عملی صورت میں نافذ کر کے ایک ایسا معاشی نظام ترتیب دیا جو عدل، مساوات اور فلاحِ عامہ پر مبنی تھا۔ ان کا اقتصادی ماڈل نہ صرف اس دور کے معاشرتی مسائل کا حل تھا بلکہ آج کے پیچیدہ مالیاتی نظام کے مقابل ایک سادہ، انسانی اقدار پر مبنی اور شفاف ماڈل بھی پیش کرتا ہے۔

دوسری طرف، عصر حاضر میں سرمایہ دارانہ اور سودی نظام پر مبنی مالیاتی ادارے عالمی معیشت پر چھائے ہوئے ہیں۔ یہ نظام جہاں ایک طرف ترقی کی رفتار کو بڑھانے کا دعویٰ کرتے ہیں، وہیں دوسری طرف معاشرتی ناہمواری، افراطِ زر، بے روزگاری، اور مالی بحران جیسے مسائل کو بھی جنم دے رہے ہیں۔ اس پس منظر میں خلافتِ راشدہ کے اقتصادی اصولوں اور عصر حاضر کے مالیاتی نظام کا تقابلی مطالعہ نہایت اہمیت کا حامل ہو جاتا ہے۔

² رازی، فخر الدین الرازی، التفسیر الکبیر، دار احیاء التراث العربی، 1990، جلد 29، صفحہ 204

³ ابن سعد، محمد بن سعد، الطبقات الکبری، دار صادر، 1960، جلد 3، صفحہ 286

سیدنا عمر بن الخطابؓ کے اقتصادی اصول

خلفائے راشدین میں سیدنا عمر بن خطابؓ کی خلافت کا دور انتظامی، مالیاتی اور عدالتی نظام کی تشکیل و تنفیذ کے حوالے سے مثالی سمجھا جاتا ہے۔ ان کا مالیاتی نقطہ نظر عدل، فلاح اور بیت المال کی ذمہ داری پر مبنی تھا۔ سیدنا عمرؓ نے مالیاتی اداروں کو محض دولت جمع کرنے کا ذریعہ نہیں سمجھا، بلکہ انہیں رعایا کی بہبود اور ضرورت مندوں کی کفالت کا ذریعہ بنایا۔ ان کے مالیاتی اصولوں میں سب سے نمایاں اصول "اجتماعی فلاح" (Public Welfare) کا ہے، جو عصر حاضر کی ویلفیئر اسٹیٹ کے تصورات سے مطابقت رکھتا ہے۔ ابن سعد بیان کرتے ہیں:

"كَانَ عُمَرُ يَفْرَضُ لِكُلِّ صَبِيٍّ فِي الْإِسْلَامِ رِزْقًا، وَكَانَ لَا يَدْعُ أَحَدًا مِنْ أَهْلِ الْإِسْلَامِ إِلَّا وَقَدْ جَعَلَ لَهُ فَرِيضَةً."⁴

(یعنی: عمرؓ اسلام کے ہر بچے کے لیے وظیفہ مقرر کرتے تھے، اور اہل اسلام میں سے کسی کو بھی ایسا نہ چھوڑتے تھے جس کے لیے کوئی وظیفہ مقرر نہ کیا ہو۔)

یہ ہمیں سیدنا عمرؓ کی مالیاتی سوچ کی گہرائی بتاتا ہے کہ کس طرح انہوں نے ہر شہری کی بنیادی مالی ضروریات کو ریاست کی ذمہ داری سمجھا۔ ان کے نزدیک بیت المال کے ذخائر کا مقصد صرف جمع کرنا نہ تھا، بلکہ ان کے بروقت اور عادلانہ تقسیم کے ذریعے لوگوں کی فلاح و بہبود کو یقینی بنانا تھا۔ یہ اصول دور حاضر کے سوشلسٹ یا ویلفیئر ریاستی نظریات سے کافی مماثلت رکھتے ہیں، مگر فرق یہ ہے کہ سیدنا عمرؓ کا یہ تصور ایمان، تقویٰ اور آخرت کی جو ابدی کے فریم ورک میں تشکیل پاتا ہے۔ مالی شفافیت اور احتساب کے اصول بھی سیدنا عمرؓ کے عہد کی اہم خصوصیات تھے۔ ایک موقع پر جب ان کے ایک عامل (گورنر) نے قیمتی لباس زیب تن کیا تو انہوں نے اس سے فوراً باز پرس کی:

"مِنْ أَيْنَ لَكَ هَذَا؟"⁵

(یعنی: تمہارے پاس یہ کہاں سے آیا؟)

یہ اقتباس اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ حضرت عمرؓ کے نزدیک حکومتی اہلکار کا معمولی سا مالیاتی استثناء بھی قابل باز پرس تھا۔ اس مالیاتی نگرانی کا تصور جدید مالیاتی ضابطوں جیسے "Auditing" یا "Public Accountability" سے ہم آہنگ ہے۔ سیدنا عمر بن خطابؓ نے ریاست کو ایک متحرک، ذمہ دار اور اخلاقی ادارہ بنانے کی کامیاب کوشش کی جو تمام شہریوں کی بنیادی ضروریات کی ضامن ہو۔ عصر حاضر میں جہاں دولت کی غیر مساوی تقسیم ایک چیلنج ہے، حضرت عمرؓ کا ماڈل ہمیں بتاتا ہے کہ عدل، شفافیت، احتساب اور فلاح عامہ جیسے اصول کسی بھی کامیاب اور با مقصد اقتصادی نظام کی بنیاد ہو سکتے ہیں۔

⁴ ابن سعد، محمد بن سعد، الطبقات الکبریٰ، دار صادر، 1960، جلد 3، صفحہ 281۔

⁵ بلاذری، احمد بن یحییٰ، فتوح البلدان، دار الکتب العلمیہ، 2000، صفحہ 482۔

حضرت عثمان غنیؓ کی معاشی پالیسی اور نجی ملکیت کا تحفظ آزاد منڈی، مالی وسعت، انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب

حضرت عثمان بن عفانؓ کی خلافت کا دور معاشی ترقی، تجارتی وسعت اور انفاق فی سبیل اللہ کے عملی مظاہر سے عبارت تھا۔ آپؓ نے اسلامی ریاست میں ایک ایسی آزاد منڈی (Free Market Economy) کو فروغ دیا جس میں تجارت پر غیر ضروری حکومتی پابندیوں کا خاتمہ کیا گیا اور لوگوں کو اپنی معاشی سرگرمیوں کے آزادانہ اظہار کا موقع دیا گیا۔ حضرت عثمانؓ خود ایک متمول تاجر تھے، اس لیے آپ کو تجارت کے اصول اور اس کی باریکیوں سے بخوبی آگاہی تھی۔ آپؓ کے دور میں ریاست کی آمدنی میں غیر معمولی اضافہ ہوا کیونکہ آپ نے بیرونی فتوحات کے ذریعے نہ صرف نئے وسائل کو ریاستی نظام میں شامل کیا بلکہ موجودہ وسائل کو بہتر نظم و نسق سے چلایا۔ آپؓ نے اس امر کو یقینی بنایا کہ مال صرف اشرافیہ یا امراء کے ہاتھوں میں گردش نہ کرے بلکہ تمام طبقات تک رسائی حاصل ہو۔

حضرت عثمانؓ نے سماجی سطح پر انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب دی، جس کی مثال آپ کے اپنے عظیم الشان انفاق سے لی جا سکتی ہے۔ قحط کے زمانے میں جب مدینہ کی منڈی میں اناج کی شدید قلت ہوئی، حضرت عثمانؓ نے اپنا تجارتی قافلہ، جو سیکڑوں اونٹوں پر مشتمل غلہ لایا تھا، مارکیٹ میں فروخت کرنے کے بجائے مفت تقسیم کر دیا۔ جب تاجروں نے اسے بازار کے نرخ سے کئی گنا زیادہ قیمت پر خریدنے کی پیشکش کی، تو حضرت عثمانؓ نے فرمایا:

"مجھے اس سے زیادہ قیمت وہ دے رہا ہے جس کے پاس نفع کا خزانہ ختم نہیں ہوتا۔ میں نے اسے اللہ کے

راستے میں دے دیا۔"⁶

اسی طرح غزوہ تبوک کے موقع پر آپؓ نے ایک ہزار اونٹ، ستر گھوڑے اور ایک ہزار دینار اللہ کے راستے میں عطیہ کیے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"ما ضر عثمان ما عمل بعد الیوم"⁷

"آج کے بعد عثمان کو کوئی عمل نقصان نہیں پہنچا سکتا۔"

یہ عمل صرف فردی نیکی نہیں بلکہ معاشی پالیسی کی بنیاد تھا جس نے امراء کو ترغیب دی کہ وہ دولت کو جمع کرنے کے بجائے اس کا استعمال معاشرتی فلاح میں کریں۔ اس کے نتیجے میں اسلامی سوسائٹی میں خیرات، صدقات، قرضِ حسنہ، اور بیت المال کے لیے عوامی عطیات کا عمومی رجحان بڑھا۔ اسی معاشی فلسفے کی روشنی میں، حضرت عثمانؓ کے دور میں کاروباری مواقع میں وسعت پیدا ہوئی، نجی شعبے کو متحرک کیا گیا اور بیرونی تجارت کے لیے راستے کھولے گئے۔ منڈی کی آزادانہ فضا نے مقامی صنعت و تجارت کو ترقی دی اور ریاستی آمدن کے ذرائع میں اضافہ ہوا۔

⁶ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، دار صادر، 1990، جلد 3، صفحہ 49

⁷ ترمذی، السنن، کتاب المناقب، حدیث: 3701

آزاد منڈی کا فروغ

حضرت عثمان بن عفانؓ کے دورِ خلافت میں معاشی ترقی اور تجارتی وسعت کو خاص اہمیت حاصل رہی۔ آپؓ نے آزاد منڈی (Free Market) کے تصور کو فروغ دیا اور حکومتی اجارہ داری سے اجتناب کیا تاکہ تجارت و صنعت کو آزادانہ بڑھنے کا موقع ملے۔

"حضرت عثمانؓ نے بیت المال کے عطیات پر انحصار کرنے کے بجائے عوامی تجارت کو مضبوط کیا، اور

بازار کو عوامی آزادی کا مرکز بنایا، نہ اس پر محصول لگایا اور نہ ہی حکومتی قبضہ قائم کیا۔"⁸

اس پالیسی نے نہ صرف مقامی تجارت کو سہارا دیا بلکہ مدینہ میں آنے والے غیر ملکی تاجروں کو بھی سرمایہ کاری پر آمادہ کیا، جس سے مارکیٹ میں مقابلہ پیدا ہوا، قیمتوں میں اعتدال آیا اور صارف کو فائدہ ہوا۔

مالی وسعت اور ریاستی آمدنی

حضرت عثمانؓ کے دور میں مالیاتی وسعت کا بڑا سبب غیر ملکی فتوحات اور مفتوحہ علاقوں سے حاصل ہونے والی آمدن تھی۔ آپؓ نے اس دولت کو صرف ذاتی یا طبقاتی مفادات پر خرچ نہیں کیا بلکہ اسے عوامی بہبود، دفاع، اور مذہبی امور میں خرچ کیا۔

"حضرت عثمانؓ کے دور میں بیت المال کی آمدنی میں زبردست اضافہ ہوا۔ انہوں نے اس دولت کو خالصتاً عوام کی فلاح و بہبود کے لیے استعمال کیا، نہ کہ اپنے خاندان یا رشتہ داروں کے لیے۔"⁹

یہ وسعت مالی خود کفالت کا ذریعہ بنی اور اس سے اسلامی ریاست کی خود مختاری مضبوط ہوئی۔ حضرت عثمانؓ نے جنگی مہمات، دفاعی قلعہ بندی، اور بندر گاہوں کی تعمیر میں سرمایہ لگایا۔

انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب

حضرت عثمانؓ غنیؓ خود ایک بڑے تاجر اور صاحبِ ثروت انسان تھے، لیکن اس دولت کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے میں سب سے آگے رہے۔ آپؓ کی شخصیت انفاق کی اعلیٰ مثال تھی، اور انہوں نے دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دی۔ قرآنی استدلال:

"مَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ" ¹⁰

"حضرت عثمانؓ نے جنگِ تبوک کے موقع پر 1000 اونٹ، 70 گھوڑے، اور 1000 دینار پیش کیے۔ نبی

کریم ﷺ نے فرمایا: 'ماضر عثمان ماعمل بعد الیوم' یعنی آج کے بعد عثمان کو جو عمل کرے، نقصان نہ ہو

گا۔"¹¹

⁸ عبد الحلیم محمود، سیرت خلفائے راشدین، دار المعارف، 2003، ص 198۔

⁹ شبلی نعمانی، الفاروق، دارالاشاعت، 1998، ص 302۔

¹⁰ سورة البقرة: 261

¹¹ ابن حجر، الإصابة في تمييز الصحابة، دار الفکر، 2004، جلد 3، ص 72۔

یہ اقدام نہ صرف ان کے اخلاص کو ظاہر کرتا ہے بلکہ خلفائے راشدین کے مالیاتی تصور میں ذاتی دولت کا سماجی مصرف بھی متعین کرتا ہے۔ ریاستی سطح پر بھی اس ترغیب سے سماجی بہبود کو فروغ ملا۔

اموال کی تقسیم میں عدل

حضرت علی المرتضیٰؓ کی مالیاتی پالیسی کا مرکزی ستون عدل و مساوات تھا، خاص طور پر اموال کی تقسیم کے حوالے سے۔ آپؓ نے بیت المال سے اموال کی تقسیم میں کسی بھی قسم کی خاندانی نسبت، سابقہ رتبے، یا قبیلے کی بنیاد پر کسی کو ترجیح نہ دی۔ حضرت عمرؓ کے دور میں جو طبقاتی فرق کے مطابق عطا یا مقرر کیے گئے تھے، حضرت علیؓ نے ان کو یکسر ختم کر کے سب کے لیے برابر وظیفہ مقرر کیا۔ جیسا کہ امام طبری بیان کرتے ہیں:

"فلما ولی علیؓ قال: الناس سواء، لا فضل لأحدٍ علی أحدٍ فی هذا المال"¹²

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ نے مالیاتی مساوات کو ایک نظریاتی اصول کے طور پر اپنایا، جس میں تمام شہریوں کو برابر کا مستحق سمجھا گیا، خواہ وہ مہاجر ہوں یا انصار، غلام ہوں یا آزاد۔

حقوق الہی اور حقوق العباد کی رعایت

حضرت علیؓ کی مالیاتی پالیسی میں حقوق اللہ (مثلاً زکوٰۃ) اور حقوق العباد (جیسے مزدور کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے مزدوری دینا) دونوں کا بھرپور خیال رکھا گیا۔ آپؓ کا مشہور فرمان ہے:

"انّ الله فرض للفقراء فی اموال الأغنياء بقدر ما يسعهم، فإن جاعوا أو عروا،

فبما يصنع الأغنياء."¹³

یعنی: "اللہ تعالیٰ نے مالداروں کے مال میں اتنا حصہ مقرر کیا ہے جو فقراء کے لیے کافی ہو۔ اگر وہ بھوکے یا

ننگے رہ جائیں تو اس کا سبب مالداروں کا بخل ہے۔"

یہ قول ایک طرف اسلامی معاشرتی ذمہ داری کو واضح کرتا ہے تو دوسری جانب مالیاتی حکمرانی میں اخلاقی نصب العین کو بھی بیان کرتا ہے۔

طبقاتی عدل کا عملی نفاذ

حضرت علیؓ کے دورِ خلافت میں طبقاتی عدل کے عملی مظاہر واضح طور پر نظر آتے ہیں۔ آپؓ نے نہ صرف اموال کو برابر تقسیم کیا، بلکہ خود کو بھی ایک عام فرد کے برابر رکھا۔ بیت المال سے آپؓ کا لباس وہی ہوتا جو دوسروں کو دیا جاتا۔ ابن سعد روایت کرتے ہیں:

¹² الطبری، تاریخ الأمم والملوک، دار التراث، 1987، جلد 3، صفحہ 27۔

¹³ شریف رضی، نہج البلاغہ، دار المعرفة، 2001، خطبہ 137۔

"وكان على يلبس من بيت المال ثوبين كالناس، ويأكل كما يأكلون."¹⁴

یہ مساواتی رویہ نہ صرف مالیاتی عدل بلکہ سماجی سطح پر بھی برابری کا عملی نمونہ تھا۔

خلفائے راشدین کے مالیاتی نظام کی بنیادیں

خلفائے راشدین کے مالیاتی نظام کی بنیاد قرآن، سنت، اور نبی کریم ﷺ کے براہ راست تربیت یافتہ خلفاء کے اجتہادی فیصلوں پر استوار تھی۔ یہ نظام صرف وسائل کی تقسیم تک محدود نہ تھا بلکہ فقر، بیروزگاری، ذخیرہ اندوزی اور طبقاتی استحصال کا حل بھی پیش کرتا تھا۔ اس نظام کی اساس عدل، مساوات، کفالت عامہ اور امانت داری پر تھی، جہاں خلیفہ خود کو "عوام کا خادم" تصور کرتا تھا، نہ کہ حکمران۔ حضرت عمرؓ کا قول ہے:

"اگر فرات کے کنارے کوئی کتاب بھی بھوکا مر گیا تو میں ذمہ دار ہوں گا"¹⁵

یہ اصول ریاستی نظم کو محض ٹیکس اکٹھا کرنے کے بجائے سماجی فلاح کی جانب مائل کرتا ہے۔

اقدار امانت، دیانت، عدل، کفایت شعاری

خلفائے راشدین کے مالیاتی نظام کی روح "امانت" اور "دیانت" پر قائم تھی۔ بیت المال کو ذاتی خزانہ نہیں بلکہ قوم کی امانت سمجھا جاتا تھا۔ حضرت ابو بکرؓ نے خلیفہ بننے ہی بیت المال سے تنخواہ لینے کے بجائے اپنی تجارت کو جاری رکھا، لیکن بعد ازاں مجبوری کے تحت کم از کم وظیفہ مقرر کیا۔ حضرت عمرؓ کے دور میں احتساب کا سخت نظام نافذ تھا۔ حضرت عثمانؓ نے تجارت کو آزاد کیا مگر ذخیرہ اندوزی کو روکا، اور حضرت علیؓ نے سرکاری اہلکاروں کے اثاثے چیک کرنے کا نظام متعارف کرایا۔ یہ سب اقدار بتاتی ہیں کہ مالیاتی نظم میں صرف مہارت کافی نہیں، اخلاقی اصولوں کی پاسداری لازم ہے۔

اہداف فلاح عامہ، غربت کا خاتمہ، وسائل کی عادلانہ تقسیم

خلفائے راشدین کے نظام کا بنیادی ہدف فرد اور معاشرہ دونوں کی فلاح تھا۔ ان کا مالیاتی وژن صرف GDP یا محض آمدنی کی تقسیم نہیں بلکہ غربت کا خاتمہ، حقدار کو حق کی بروقت فراہمی، اور معاشرتی توازن تھا۔ حضرت عمرؓ کے دور میں یہ نظام اس حد تک فعال ہوا کہ:

"زکوٰۃ لینے والا کوئی نہ رہا"¹⁶

زکوٰۃ، عشر، جزیہ، خراج اور مال غنیمت کو منظم انداز میں صرف کرنے کے لیے بیت المال کی تنظیم قائم کی گئی۔

¹⁴ ابن سعد، الطبقات الکبری، دار صادر، 1990، جلد 3، صفحہ 30۔

¹⁵ ابن سعد، الطبقات الکبری، دار الکتب العلمیہ، 1990، جلد 3، صفحہ 281

¹⁶ ابن عبدالبر، الاستیعاب، دار الجیل، جلد 2، صفحہ 312

معاشرتی عدل و سود و متضاد نظاموں کا تقابل

معاشرتی عدل خلفائے راشدین کے مالیاتی نظام کا مرکزی اصول تھا، جب کہ سود (ربا) اس عدل کا انکار ہے۔ سودی نظام دولت کو امیر کے ہاتھوں میں مرکوز کرتا ہے، جبکہ اسلامی نظام دولت کی گردش کو یقینی بناتا ہے۔ قرآن کریم سود کے بارے میں کہتا ہے:

"اللہ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے" ¹⁷

سود کے مقابل عدل پر مبنی نظام وہ تھا جس میں سرمایہ دار اور مزدور دونوں کا تحفظ تھا۔ حضرت علیؓ نے سود خوروں کو حکومتی سرپرستی سے محروم رکھا اور سودی معاملات کی تفتیش کے لیے قاضی مقرر کیے۔

پالیسی سازی، اجتہاد، اسلامی معاشی اداروں کے لیے رہنمائی

خلفائے راشدین کے دور کی معاشی پالیسیوں سے اجتہادی رہنمائی لینا عصر حاضر میں اسلامی مالیاتی اداروں کے لیے نہایت مفید اور ضروری ہے۔ اسلامی معاشی فکر میں اجتہاد کی اہمیت اس لیے ہے کہ یہ قرآن و سنت کی روشنی میں نئے پیش آمدہ مسائل کا حل پیش کرتا ہے، جبکہ خلفائے راشدین کی سیرت ایک عملی نمونہ ہے جس پر اجتہادی استدلال کو بنیاد بنایا جاسکتا ہے۔

پالیسی سازی میں اصولی رہنمائی

پالیسی سازی کے لیے خلفائے راشدین کی زندگی میں ہمیں چند کلیدی اصول ملتے ہیں:

- **عدل و مساوات:** حضرت عمرؓ کی مالی پالیسیوں میں عدل و مساوات بنیادی ستون رہا۔ بیت المال کے استعمال میں بھی انہوں نے یہ اصول قائم رکھا کہ وسائل کی تقسیم میں برابری ہو، سوائے اس کے کہ کسی کو اس کی قربانی اور خدمت کی بنا پر ترجیح دی جائے۔
- **اجتماعی مفاد کا لحاظ:** حضرت عثمانؓ کے دور میں جب معیشت ترقی کی طرف گامزن ہوئی، تو آپ نے نجی تجارت کو فروغ دیا، لیکن ساتھ ہی بیت المال کے وسائل کو عامتہ الناس کی فلاح پر خرچ کیا۔ یہی اصول عصر حاضر کے "اسلامی ویلفیئر سٹیٹ" کے تصور میں شامل ہونا چاہیے۔
- **شفافیت اور احتساب:** حضرت علیؓ کا دور خاص طور پر بدعنوانی کے خلاف جہاد کے طور پر جانا جاتا ہے۔ آپ نے حکام پر سخت نگرانی رکھی، جو آج اسلامی معاشی اداروں کے لیے "گورننس" اور "شریعہ کمپلائنس" کی صورت میں نافذ کیا جاسکتا ہے۔

اجتہادی رہنمائی: جدید مالیاتی چیلنجز کا حل

خلفائے راشدین کے اجتہادی طرزِ عمل کو سامنے رکھتے ہوئے، جدید مالیاتی مسائل جیسے بینکنگ، سرمایہ کاری، سودی نظام، انشورنس، اور کرپٹو کرنسی کے بارے میں فقہی اجتہاد کیا جاسکتا ہے۔

- اسلامی بینکاری میں خلفائی اصولوں کا اطلاق: حضرت عمرؓ کی احتیاط اور نگرانی کا اصول آج اسلامی بینکوں کی شرعی نگرانی کے نظام میں شامل کیا جاسکتا ہے تاکہ سرمایہ کاری شریعت کے مطابق ہو۔
- زکوٰۃ اور جدید فلاحی ادارے: حضرت ابو بکرؓ کا زکوٰۃ کے نفاذ پر اصرار، ایک مضبوط مالیاتی اصول ہے جس پر جدید اسلامی ویلفیئر نظام کی بنیاد رکھی جاسکتی ہے۔

اسلامی مالیاتی اداروں کے لیے رہنمائی

1. نفع و نقصان میں شراکت داری: حضرت علیؓ نے فرمایا کہ "مال وہ ہے جو نفع دے اور ضرر سے بچائے۔" اس اصول کی روشنی میں اسلامی مالیاتی اداروں کو سود کے بجائے مضاربیت اور مشارکت کو فروغ دینا چاہیے۔
2. وقتی اجتہاد کے بجائے اصولی فریم ورک: خلفائے راشدین نے وقتی فیصلوں کو بنیادی اصولوں کے تابع رکھا۔ آج کے اسلامی مالیاتی اداروں کو بھی فتوؤں پر مبنی عارضی اجتہاد سے نکل کر مستحکم اصولی فریم ورک تیار کرنا چاہیے۔
3. معاشرتی انصاف اور غربت کا خاتمہ: حضرت عمرؓ نے فرمایا: "اگر کوئی کتابھی دجلہ کے کنارے بھوکا مر گیا تو میں ذمہ دار ہوں۔" اس فلسفہ کے تحت اسلامی مالیاتی اداروں کو (CSR (Corporate Social Responsibility کے ساتھ شریعت کے اجتماعی انصاف کو شامل کرنا چاہیے۔

خلفائے راشدین کے معاشی اصولوں کی بنیادیں

خلفائے راشدین کی معاشی پالیسیوں کی بنیاد قرآن و سنت پر تھی۔ ریاستی معیشت کو عدل، احتساب، تقویٰ، اور سماجی فلاح جیسے اصولوں پر استوار کیا گیا۔ یہ اصول کسی مجر د فلسفے کے تابع نہ تھے، بلکہ رسول اللہ ﷺ کی سنت اور وحی کی عملی تفسیر تھے۔ خلفاء نے ہر فیصلہ شرعی بنیاد پر کیا، خواہ وہ بیت المال کی تقسیم ہو یا زمینوں کی ملکیت کا تعین۔

اسلامی اقدار اور معاشی اہداف

خلفائے راشدین کے دور کی معیشت میں بنیادی اقدار جیسے امانت، دیانت، تقویٰ، مساوات، انفاق، اور فلاح عامہ کو معاشی پالیسی میں ضم کیا گیا۔ ان کا مقصد صرف اقتصادی ترقی نہیں بلکہ روحانی و اخلاقی ارتقاء بھی تھا۔ معیشت کو محض دولت کے ذخیرے کی بجائے عبادت کا ذریعہ سمجھا جاتا تھا۔

معاشرتی عدل اور سودی نظام کا تقابل

خلفائے راشدین کے ہاں عدل اجتماعی کی صورت بیت المال، زکوٰۃ، خراج، اور غیر طبقاتی دولت کی گردش سے سامنے آئی۔ اس کے برعکس جدید سودی نظام دولت کو چند ہاتھوں میں مرککز کرتا ہے، جس سے معاشرتی ناہمواری، غربت اور استحصال بڑھتا ہے۔ خلافتی ماڈل میں سرمایہ کا بہاؤ نیچے کی سطح تک یقینی بنایا گیا۔

خلفائے راشدین کا مالیاتی ماڈل انسانی فلاح، اخوت، اور تقویٰ پر مبنی تھا جبکہ جدید مالیاتی نظام نفع پرست، فردیت پسند، اور استعماری ذہنیت کا آئینہ دار ہے۔ تقابل سے واضح ہوتا ہے کہ خلفاء کا نظام زیادہ پائیدار، اخلاقی اور جامع ہے جو صرف مسلم معاشروں نہیں بلکہ پوری انسانیت کے لیے مفید ہو سکتا ہے۔

تضادات، موافقات، اور اجتہادی امکانات

جدید مالیاتی نظام میں کچھ جزوی پہلو جیسے بینکنگ کے اصول، سیونگنز، اور انویسٹمنٹ کی اشکال ایسی ہیں جنہیں اسلامی اصولوں سے ہم آہنگ کیا جاسکتا ہے۔ تاہم سود، جوا، غرر، اور غیر عادلانہ ٹیکس جیسے عناصر اسلامی معاشی اصولوں سے متصادم ہیں۔ ان میں اجتہاد اور شرعی فقہی تحقیق کی وسیع گنجائش ہے۔

عصر حاضر میں خلفائے راشدین کے معاشی اصولوں کا اطلاق

جدید ریاستیں اگر خلفائے راشدین کے اصول جیسے شفافیت، دیانت، عوامی مشورہ، اور فلاح عامہ کو اختیار کریں تو وہ موجودہ معاشی بحرانوں جیسے غربت، بے روزگاری، طبقاتی تقسیم، اور قرضوں کی غلامی سے نجات پاسکتی ہیں۔ ان اصولوں کو موجودہ قوانین میں ضم کرنا اجتہادی عمل اور پالیسی اصلاحات کے ذریعے ممکن ہے۔

مکملہ ماڈل، پالیسی کی تجاویز، اسلامی مالیاتی ادارے

خلفائے راشدین کے ماڈل کی روشنی میں ایک ایسا اسلامی مالیاتی ماڈل ممکن ہے جس میں:

- بیت المال مرکزی حیثیت رکھے
- زکوٰۃ و عشر کا مؤثر نظام ہو
- سود پر مبنی مالیات کی جگہ مضاربیت، مشارکت، اجارہ اور بیع سلم جیسے شرعی اصول ہوں
- شفاف احتسابی ادارے قائم ہوں
- دولت کی گردش کو یقینی بنایا جائے

خلفائے راشدین کے اصول اور جدید مالیاتی نظام

اسلامی خلافت کے دور، بالخصوص خلفائے راشدین کا عہد، اسلامی طرز حکومت اور اقتصادی نظم و نسق کے حوالے سے ایک مثالی نمونہ تصور کیا جاتا ہے۔ اس دور میں بیت المال، زکوٰۃ، خراج، جزیہ، اور مال غنیمت جیسے ذرائع سے ریاستی خزانے کی تنظیم

ہوئی، جب کہ عدل، مساوات اور عوامی فلاح کو بنیادی حیثیت دی گئی۔ جدید مالیاتی نظام، دوسری طرف، سرمایہ دارانہ، سودی اور مارکیٹ پر مبنی اصولوں پر استوار ہے، جس میں نجی ملکیت، بینکنگ، شرح سود، اسٹاک مارکیٹ، اور کارپوریٹ فنانس جیسے عناصر غالب ہیں۔ اس باب میں ہم خلفائے راشدین کے معاشی اصولوں کا جدید مالیاتی نظام سے تقابلی جائزہ لیں گے۔

خلفائے راشدین

خلافتِ راشدہ کے معاشی اصول قرآن و سنت پر مبنی تھے۔ ان کی مالیاتی پالیسیوں کا ماخذ وحی تھی، جس میں حرام و حلال کا تعین الہامی احکام کے مطابق تھا۔ خلیفہ وقت کو معاشی اجتہاد کا اختیار تھا، مگر وہ بھی وحی کی حدود میں ہوتا۔ حضرت عمرؓ کے دور میں خراج، عشر، زکوٰۃ، اور بیت المال کے اصول اسی بنیاد پر مرتب ہوئے۔

جدید مالیاتی نظام

جدید سرمایہ دارانہ نظام میں مالیاتی اصول انسانی تجربے، مفاد پرستی، اور منڈی کی ضروریات کے مطابق وضع ہوتے ہیں۔ سود، افراط زر، کرنسی کی تخلیق، اور نجی بینکنگ اسی انسانی قانون کے تحت چلتی ہے۔ یہاں ماخذ "ریگولیٹری اتھارٹیز" اور "سنٹرل بینکنگ قوانین" ہوتے ہیں۔ خلافتِ راشدہ کا ماڈل الہامی اور اخلاقی بنیادوں پر استوار تھا، جب کہ جدید مالیاتی نظام مادی مفادات اور غیر الہامی اصولوں پر۔

ریاستی وسائل کی ملکیت

خلفائے راشدین

بیت المال عوامی امانت تصور کیا جاتا تھا۔ خلفائے راشدین خود بیت المال کے خرچ پر کڑی نظر رکھتے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ بیت المال سے ذاتی فائدہ لینے کو گناہ سمجھتے تھے۔ وسائل کی منصفانہ تقسیم، ضرورت مندوں کی کفالت، اور محاسبہ بنیادی اصول تھے۔

جدید نظام

ریاستی خزانے کو عوامی فلاح کے بجائے اکثر بجٹ خسارے پورا کرنے، سود کی ادائیگی، یا عسکری اخراجات کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ حکومتیں اکثر قرض لے کر عوام پر ٹیکس عائد کرتی ہیں، اور کرپشن ایک عام مسئلہ ہے۔ خلافت کا ماڈل احتساب، تقویٰ اور کفایت شعاری پر مبنی تھا، جب کہ جدید ماڈل میں ریاستی خزانے کا استعمال اکثر غیر شفاف اور قرض پر منحصر ہوتا ہے۔

سود کا تصور: مکمل حرمت بمقابلہ قانونی جواز

سود کی مطلق حرمت خلفائے راشدین کے معاشی اصولوں کا مرکز تھی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا:

"ہم نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: سود کا ایک درہم لینا، زنا کے 36 مرتبہ کرنے سے زیادہ سخت ہے۔" ¹⁸

خلفائے راشدین کے دور میں سود کو مکمل طور پر ختم کر کے قرض حسنہ، مضاربہ، اور شراکت داری کے نظام کو فروغ دیا گیا۔ آج کا بینکاری نظام سود پر چلتا ہے، خواہ وہ انفرادی قرضے ہوں یا ریاستی قرضے۔ شرح سود کو مالیاتی پالیسی کا مرکز تصور کیا جاتا ہے، اور مرکزی بینک سود کی شرح کے ذریعے معیشت کو کنٹرول کرتے ہیں۔ خلفائے راشدین کا نظام سود کی حرمت پر، جب کہ جدید نظام سود کی مرکزیت پر قائم ہے۔ یہ ایک بنیادی نظریاتی تضاد ہے۔

ٹیکس کا نظام: زکوٰۃ بمقابلہ لامتناہی ٹیکسز

زکوٰۃ، خرچ، عشر، جزیہ، اور مال غنیمت ہی مالیاتی ذرائع تھے۔ ان کی شرح قرآن و سنت سے مقرر تھی اور قابلِ تغیر نہیں تھی۔ ریاست نے غیر شرعی ٹیکس نہیں لگائے، اور زکوٰۃ کی تقسیم کے آٹھ مصارف قرآن میں درج ہیں ¹⁹۔ جدید ریاستیں انکم ٹیکس، سیلز ٹیکس، پراپرٹی ٹیکس، کسٹم ڈیوٹی، کارپوریٹ ٹیکس وغیرہ نافذ کرتی ہیں۔ ٹیکس کا مقصد آمدن پیدا کرنا ہوتا ہے، اور اکثر طبقہ متوسط اور غریب پر بوجھ بڑھتا ہے۔ اسلامی خلافت میں ٹیکس مقدس فریضہ اور عبادت تھا، جدید نظام میں یہ جبری مالی بوجھ ہے۔

مالی شفافیت اور احتساب: خلفاء بمقابلہ بیوروکریسی

حضرت عمرؓ کا قول ہے:

"اگر دجلہ کے کنارے کوئی کتاب بھی پیا سا مر گیا تو عمر اس کا جواب دہ ہو گا۔"

خلفاء عوام کے سامنے محاسبہ دینے پر آمادہ ہوتے۔ بیت المال کے استعمال پر مجلس شوریٰ سے مشورہ ہوتا، اور ذاتی آمدن کو الگ رکھا جاتا۔ اکثر حکومتیں مالی شفافیت سے محروم ہیں۔ بجٹ میں جعلی اخراجات، ترقیاتی فنڈز میں کرپشن، اور ٹیکس کا غلط استعمال عام ہے۔ بیوروکریسی اور وزیر کو اکثر قانونی استثناء حاصل ہوتا ہے۔ خلافت راشدہ میں احتساب مقدس ذمہ داری تھا، جدید نظام میں اختیارات کی مرکزیت اور مالی بد عنوانی ایک سنجیدہ مسئلہ ہے۔

تضادات، موافقات، اجتہادی امکانات

خلفائے راشدین کے مالیاتی اصولوں اور جدید مالیاتی نظام کے درمیان جب تقابل کیا جاتا ہے تو متعدد جہات پر تضادات بھی سامنے آتے ہیں، کچھ موافقتیں بھی دکھائی دیتی ہیں، اور کئی ایسے میدان بھی ابھرتے ہیں جن میں اسلامی اجتہاد کے ذریعے جدید تقاضوں سے ہم آہنگی پیدا کی جاسکتی ہے۔ اس باب میں ہم انہی تین جہات کو الگ الگ تفصیل سے بیان کریں گے:

تضادات

¹⁸ احمد بن حنبل، مسند الإمام أحمد بن حنبل (بیروت: دار احیاء التراث العربی، 2009)، ج 5، ص 225،

حدیث: 22138

¹⁹ التوبہ: 60

خلفائے راشدین کا مالیاتی نظام ایک خداترس، غیر سودی، زکوٰۃ پر مبنی اور عدل و مساوات پر قائم نظام تھا جس میں دولت کا ارتکاز روکنے کے لیے عملی اقدامات کیے گئے، جب کہ جدید سرمایہ دارانہ مالیاتی نظام سود، سرمایہ ارتکاز، بانڈ مارکیٹ، سٹاک مارکیٹ، مالیاتی استحصال اور نجی بینکاری پر قائم ہے۔ اس بنیاد پر درج ذیل تضادات نمایاں ہوتے ہیں:

سود اور ربا کا معاملہ

خلفائے راشدین کے دور میں سود کو قرآن و سنت کی روشنی میں مکمل طور پر ممنوع قرار دیا گیا، جیسا کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا:

"تم لوگ سود چھوڑ دو، خواہ وہ تھوڑا ہو یا زیادہ، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ سود خواہ تھوڑا ہو یا زیادہ، حرام ہے۔"²⁰

جبکہ جدید مالیاتی نظام کا بنیادی ستون سود (Interest) ہے، جو قرض، رہن، بینکنگ، قرضِ حسنہ اور سرکاری بانڈز سمیت ہر پہلو پر غالب ہے۔

زر کی فطرت

اسلامی مالیات میں زر کی حیثیت تبادلے کے ذریعے کی ہے نہ کہ دولت بنانے کے آلے کی، جبکہ جدید مالیاتی نظام زر کو خود ایک مال تصور کرتا ہے، جس سے زر پر زر کمایا جاتا ہے۔

دولت کی گردش کا مقصد

خلفائے راشدین نے دولت کی گردش کو عوامی فلاح کے لیے روا رکھا اور دولت کے ذخیرہ (hoarding) پر سخت موقف اپنایا۔ جدید نظام میں however، دولت کا ارتکاز اشرافیہ اور کارپوریٹ سیکٹر کے ہاتھوں میں ہے۔

موافقات

اگرچہ جدید مالیاتی نظام کے بنیادی خدوخال اسلامی اصولوں سے متصادم ہیں، تاہم کچھ ایسے پہلو بھی ہیں جہاں موافقت اور اشتراک کی صورتیں دیکھی جاسکتی ہیں:

کرپشن کے خلاف اقدامات

جدید نظام میں احتساب، آڈٹ، شفافیت (transparency) اور کارپوریٹ گورننس جیسے تصورات موجود ہیں، جو خلفائے راشدین کے دور کی مالیاتی شفافیت کے اصولوں سے ملتے جلتے ہیں۔ حضرت عمرؓ کے عہد میں مالِ عامہ کے استعمال پر سخت نگرانی کی جاتی تھی اور بیت المال کے محافظ کو جوابدہ بنایا جاتا تھا۔

عوامی فلاحی فنڈز

جدید دنیا میں سوشل ویلفیئر اسکیمیں (جیسے سوشل سیکیورٹی، ان ایمپلائمنٹ سینٹرس، پینشن) موجود ہیں، جن کی روح اسلامی فلاحی ریاست سے متاثر ہو سکتی ہے۔ خلفائے راشدین کا نظام بھی بیت المال کے ذریعے یتیموں، مسکینوں، بیواؤں اور معذوروں کی کفالت کرتا تھا۔

ٹیکس و محصول کا تصور

اسلامی نظام زکوٰۃ، عشر، خراج، جزیہ اور دیگر محصولی نظم رکھتا ہے، جبکہ جدید نظام بھی ٹیکس وصولی کو مالیاتی بنیاد کے طور پر استعمال کرتا ہے۔ دونوں میں فرق شرح اور مقصد کا ہے، نہ کہ اصول کا۔

اجتہادی امکانات

موجودہ وقت میں اسلامی مالیاتی اداروں، فقہاء اور معاشی ماہرین کو اجتہاد کی راہوں پر غور کرنا ہو گا تاکہ جدید نظام کی بعض قابل اصلاح جہات کو اسلامی اصولوں سے ہم آہنگ کیا جاسکے:

اسلامی بینکاری اور فنانس

سود سے پاک متبادل نظام جیسے مراءبہ، اجارہ، بیع سلم، مضاربت اور مشارکت جیسے عقود کو بروئے کار لا کر اسلامی بینکنگ کو مضبوط کیا جاسکتا ہے۔ اس ضمن میں اجتہاد کی راہ میں امکانات وسیع ہیں۔

زکوٰۃ اور ویلفیئر نظام کا انضمام

اجتہاد کے ذریعے زکوٰۃ کو جدید مالیاتی نظم کا جزو بنایا جاسکتا ہے تاکہ معیشت میں فلاحی مقاصد اور غربت کا خاتمہ ممکن ہو۔

ٹیکنالوجی کا استعمال

ڈیجیٹل کرنسی، بلاک چین، اور فنٹیک (FinTech) کے ابھرتے ہوئے میدان میں بھی اجتہادی بصیرت کی ضرورت ہے تاکہ ان جدید آلات کو اسلامی اصولوں کے تحت ڈھالا جاسکے۔

اجتہادی اداروں کا قیام

خلفائے راشدین کے اصولوں کی روشنی میں ایسے ادارے تشکیل دینے کی ضرورت ہے جو مستقل اجتہاد کے عمل کو علمی بنیادوں پر منظم کریں، جیسا کہ حضرت عمرؓ نے مسائل نو کی اجتہادی بنیادیں رکھی تھیں۔

عصر حاضر میں خلفائے راشدین کے معاشی اصولوں کا اطلاق

بیت المال کا منصفانہ انتظام اور جدید ریاستی خزانہ

خلفائے راشدین کے دور میں بیت المال کا تصور ریاستی فلاح، عدل اور امانت پر مبنی تھا۔ حضرت عمرؓ نے بیت المال کو منظم ادارہ بنایا اور طے کیا کہ یہ محض مال جمع کرنے کا ذریعہ نہیں بلکہ دولت کی منصفانہ تقسیم کا ذریعہ ہو۔ آج کی جدید ریاستیں بھی ٹیکس نظام، سوشل ویلفیئر فنڈز اور سماجی بہبود کے بجٹ کے ذریعے یہی کردار ادا کرتی ہیں، لیکن اکثر مقاصد نجی یا طبقاتی مفادات تک محدود ہو جاتے ہیں۔ اسلامی اطلاق کے لیے ریاست کو لازم ہے کہ وہ بیت المال کی طرح ہر جمع شدہ مال کو عوامی امانت تصور کرے، نہ کہ حکومتی اثاثہ۔

زکوٰۃ اور اثری فلاحی نظام کا قیام

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے زکوٰۃ کے انکار کو ریاست کے خلاف بغاوت تصور کیا، کیونکہ یہ ایک معاشی فریضہ تھا جس سے فلاح عامہ وابستہ تھی۔ عصر حاضر میں زکوٰۃ کو انفرادی فریضہ تو سمجھا جاتا ہے مگر ریاستی سطح پر اس کا مرکزی نظام غائب ہے۔ اگر آج بھی زکوٰۃ کا باقاعدہ، مرکزی اور شفاف نظام نافذ ہو، تو غربت، بے روزگاری اور معاشی عدم مساوات کو بڑی حد تک کم کیا جاسکتا ہے۔ اسلامی بینوں اور حکومتی اداروں کو چاہیے کہ وہ ڈیجیٹل زکوٰۃ نظام کے قیام کی طرف پیش رفت کریں۔

اجرت اور مزدوروں کا تحفظ

حضرت علیؓ اور حضرت عمرؓ کے ادوار میں مزدوروں کے حقوق کے لیے قوانین بنائے گئے، جیسے کہ "پسینہ خشک ہونے سے پہلے مزدور کی اجرت ادا کرو"²¹۔

آج کے کارپوریٹ نظام میں استحصال، کم از کم اجرت کی خلاف ورزی اور اوقات کار کی زیادتی عام ہیں۔ خلفائے راشدین کا اصول یہ تھا کہ انسان کی عزت و محنت کی قدر کی جائے۔ عصر حاضر میں اس اطلاق کے لیے ضروری ہے کہ اجرت کا نظام نہ صرف شریعت کے مطابق ہو بلکہ معاشی کفایت اور خاندان کی بنیادی ضروریات کو بھی مد نظر رکھے۔

احتکار و ذخیرہ اندوزی کی ممانعت

حضرت عثمانؓ نے بحران کے وقت ذخیرہ اندوزوں کے خلاف شدید اقدام کیے اور خود اپنے ذاتی وسائل عوام کے لیے کھول دیے۔ آج کے مافیادہ مارکیٹ سسٹم میں اشیاء کی قلت مصنوعی طور پر پیدا کی جاتی ہے تاکہ قیمتیں بڑھیں۔ اگر خلفائے راشدین کے اصول کو لاگو کیا جائے تو ریاست کو مارکیٹ ریگولیشن اور ذخیرہ اندوزی کی ممانعت کے واضح قوانین بنانے ہوں گے۔

مالیاتی عدل اور سرمایہ داری کا توازن

خلفائے راشدین کے دور میں دولت کے ارتکاز کو روکا گیا، جیسے حضرت عمرؓ کا وہ فرمان: "اللہ نے اس مال میں غنی اور فقیر کا حصہ رکھا ہے، یہ چند کے پاس سمٹ کر نہیں رہنا چاہیے۔" آج سرمایہ داری نظام دولت کو صرف سرمایہ دار طبقے تک محدود رکھتا ہے۔

²¹ ابن ماجہ، کتاب الزہون، حدیث 2443

اسلامی اطلاق کا تقاضا ہے کہ سرمایہ کاری، کمپنی شیئرنگ، مضاربیت اور شراکت جیسے اصولوں کو فروغ دیا جائے تاکہ عوام الناس کو بھی معیشت میں شریک کیا جاسکے۔

انصاف پر مبنی مالیاتی قانون سازی

حضرت عمرؓ نے عدلیہ اور مالی امور کو علیحدہ اور شفاف بنایا۔ بجٹ سازی، محصول، وخراج کے نظام میں عوامی مفاد کو ترجیح دی گئی۔ آج کے قرض زدہ ریاستی بجٹ، بین الاقوامی مالیاتی اداروں کی شرائط اور سیاسی مداخلت نے انصاف کو متاثر کیا ہے۔ عصر حاضر میں خلفائے راشدین کے اطلاق کا مطلب ہو گا کہ بجٹ سازی میں شفافیت، مشاورت، اور عدل کو بنیاد بنایا جائے۔

معیشت میں اخلاقیات کی شمولیت

حضرت علیؓ فرماتے ہیں:

"معیشت کا مقصد دولت نہیں بلکہ عدل ہے۔"

جدید سرمایہ دارانہ نظام اخلاقی اصولوں سے خالی ہو چکا ہے۔ اسلامی اطلاق کا تقاضا ہے کہ مارکیٹ میں جھوٹ، دھوکہ، سود، استحصال کو ختم کر کے امانت، دیانت، تقویٰ اور احسان کو معیشت کا اصول بنایا جائے۔

خلافت راشدہ کے معاشی اصولوں پر مبنی

عصر حاضر میں خلفائے راشدین کے معاشی طرز عمل کو سامنے رکھتے ہوئے ایک ایسا مالیاتی ماڈل تشکیل دیا جاسکتا ہے جو عدل، شفافیت، انسانی فلاح اور سماجی برابری کو بنیادی ستون مانے۔ یہ ماڈل زکوٰۃ، صدقات، بیت المال، احتساب اور سود سے پاک لین دین پر مبنی ہو گا۔ حضرت عمرؓ کے دور میں "دیوان" کا قیام، "مسح زمین" کا نظام، "عطایا" کی تقسیم اور "مال غنیمت" کی تنظیمی ترتیب ایسی ہی ایک ریاستی مالیات کی بنیاد بن سکتی ہے، جو نہ صرف وسائل کی منصفانہ تقسیم کو یقینی بناتی ہے بلکہ دولت کی گردش کو سماج کے تمام طبقات میں فعال رکھتی ہے۔

موجودہ معاشی نظام میں انضمام کے امکانات

خلفائے راشدین کے مالی اصولوں کو جدید اسلامی بینکاری اور معیشت میں شامل کرنے کے لیے اجتہادی بصیرت، جدید فنانس کی سوجھ بوجھ، اور عملی سیاسی ارادہ درکار ہے۔ مثلاً مراہجہ، اجارہ، مضاربیت، اور مشارکت جیسے اصول موجودہ مالیاتی اداروں میں رائج کیے جاسکتے ہیں، لیکن ان کے دائرہ کار کو وسعت دے کر مکمل سود سے نجات حاصل کی جاسکتی ہے۔ خلافتِ عمرؓ کا "نرخ بندی" کا نظام موجودہ انفلیشن کنٹرول پالیسیوں کے متبادل کے طور پر پیش کیا جاسکتا ہے۔

پالیسی کی تجاویز: اصلاحی اقدامات کی بنیاد

اسلامی مالیاتی اداروں کی پالیسی سازی میں درج ذیل اصلاحی تجاویز شامل کی جاسکتی ہیں:

- (1) بیت المال کی جدید صورت میں قومی مالیاتی ذخائر کا نظام، جس میں عوامی فلاح کے منصوبوں کی فنڈنگ شفاف اور ضرورت کی بنیاد پر ہو۔
- (2) زکوٰۃ کی وصولی، تقسیم اور نگرانی کے لیے خود مختار ادارہ، جو غربت کے خاتمے اور سوشل پروٹیکشن کے لیے منظم کردار ادا کرے۔
- (3) قومی سطح پر اجتہادی کونسلیں قائم کی جائیں جو جدید مالیاتی آلات کو اسلامی اصولوں کے مطابق جائز یا ناجائز قرار دے سکیں۔

اسلامی مالیاتی اداروں کی تشکیل اور کردار

اسلامی مالیاتی ادارے (جیسے اسلامی بینک، تکافل کمپنیاں، زکوٰۃ کونسل، بیت المال فنڈز) کو خلفائے راشدین کے طرزِ حکمرانی کی روشنی میں فعال بنانے کے لیے ضروری ہے کہ:

- (1) ان کا انتظامی ڈھانچہ شفاف، جواب دہ اور عدالتی نگرانی میں ہو۔
 - (2) ان کے فیصلوں میں معاشرتی فلاح اور عوامی نفع کو اولیت دی جائے، نہ کہ سرمایہ دارانہ منافع کو۔
 - (3) سود، سٹے بازی، اور سرمائے کے ارتکاز کی ہر شکل سے اجتناب کو لازمی بنایا جائے۔
- حضرت عثمانؓ کے دور میں مالی شفافیت کی جو مثالیں موجود ہیں، جیسے کہ محاسبہ اور عطیات کی تحریری رجسٹریشن، آج کے بینکنگ نظام میں آڈٹ اور مالی رپورٹنگ کے اصول کے مترادف ہیں۔ اسلامی مالیاتی اداروں کو ان تاریخی اصولوں کی بنیاد پر مضبوط بنایا جاسکتا ہے۔

پالیسی سازی، اجتہاد، اسلامی معاشی اداروں کے لیے رہنمائی

خلفائے راشدین کے دور کی معاشی پالیسیوں سے اجتہادی رہنمائی لینا عصر حاضر میں اسلامی مالیاتی اداروں کے لیے نہایت مفید اور ضروری ہے۔ اسلامی معاشی فکر میں اجتہاد کی اہمیت اس لیے ہے کہ یہ قرآن و سنت کی روشنی میں نئے پیش آمدہ مسائل کا حل پیش کرتا ہے، جبکہ خلفائے راشدین کی سیرت ایک عملی نمونہ ہے جس پر اجتہادی استدلال کو بنیاد بنایا جاسکتا ہے۔

پالیسی سازی میں اصولی رہنمائی

پالیسی سازی کے لیے خلفائے راشدین کی زندگی میں ہمیں چند کلیدی اصول ملتے ہیں:

- عدل و مساوات: حضرت عمرؓ کی مالی پالیسیوں میں عدل و مساوات بنیادی ستون رہا۔ بیت المال کے استعمال میں بھی انہوں نے یہ اصول قائم رکھا کہ وسائل کی تقسیم میں برابری ہو، سوائے اس کے کہ کسی کو اس کی قربانی اور خدمت کی بنا پر ترجیح دی جائے۔

• اجتماعی مفاد کا لحاظ: حضرت عثمانؓ کے دور میں جب معیشت ترقی کی طرف گامزن ہوئی، تو آپ نے نجی تجارت کو فروغ دیا، لیکن ساتھ ہی بیت المال کے وسائل کو عامتہ الناس کی فلاح پر خرچ کیا۔ یہی اصول عصر حاضر کے "اسلامی ویلفیئر سٹیٹ" کے تصور میں شامل ہونا چاہیے۔

• شفافیت اور احتساب: حضرت علیؓ کا دور خاص طور پر بدعنوانی کے خلاف جہاد کے طور پر جانا جاتا ہے۔ آپ نے حکام پر سخت نگرانی رکھی، جو آج اسلامی معاشی اداروں کے لیے "گورننس" اور "شریعہ کمپلائنس" کی صورت میں نافذ کیا جاسکتا ہے۔

اجتہادی رہنمائی: جدید مالیاتی چیلنجز کا حل

خلفائے راشدین کے اجتہادی طرز عمل کو سامنے رکھتے ہوئے، جدید مالیاتی مسائل جیسے بینکنگ، سرمایہ کاری، سودی نظام، انشورنس، اور کرپٹو کرنسی کے بارے میں فقہی اجتہاد کیا جاسکتا ہے۔

• اسلامی بینکاری میں خلفائی اصولوں کا اطلاق: حضرت عمرؓ کی احتیاط اور نگرانی کا اصول آج اسلامی بینکوں کی شرعی نگرانی کے نظام میں شامل کیا جاسکتا ہے تاکہ سرمایہ کاری شریعت کے مطابق ہو۔

• زکوٰۃ اور جدید فلاحی ادارے: حضرت ابو بکرؓ کا زکوٰۃ کے نفاذ پر اصرار، ایک مضبوط مالیاتی اصول ہے جس پر جدید اسلامی ویلفیئر نظام کی بنیاد رکھی جاسکتی ہے۔

اسلامی مالیاتی اداروں کے لیے رہنمائی

1. نفع و نقصان میں شراکت داری: حضرت علیؓ نے فرمایا کہ "مال وہ ہے جو نفع دے اور ضرر سے بچائے۔" اس اصول کی روشنی میں اسلامی مالیاتی اداروں کو سود کے بجائے مضاربت اور مشارکت کو فروغ دینا چاہیے۔

2. وقتی اجتہاد کے بجائے اصولی فریم ورک: خلفائے راشدین نے وقتی فیصلوں کو بنیادی اصولوں کے تابع رکھا۔ آج کے اسلامی مالیاتی اداروں کو بھی فتوؤں پر مبنی عارضی اجتہاد سے نکل کر مستحکم اصولی فریم ورک تیار کرنا چاہیے۔

3. معاشرتی انصاف اور غربت کا خاتمہ: حضرت عمرؓ نے فرمایا: "اگر کوئی کتابھی دجلہ کے کنارے بھوکا مر گیا تو میں ذمہ دار ہوں۔" اس فلسفہ کے تحت اسلامی مالیاتی اداروں کو (CSR (Corporate Social Responsibility کے ساتھ شریعت کے اجتماعی انصاف کو شامل کرنا چاہیے۔

عصر حاضر میں خلفائے راشدین کے اصولوں کا اطلاق

خلفائے راشدین کا دور اسلام کے سیاسی و اقتصادی نظام کا سنہرے زمانہ تھا، جس میں عدل، مساوات، شفافیت، بیت المال کا منصفانہ استعمال، اور احتساب جیسے اصولوں کی بنیاد پر ایک مضبوط ریاستی و معاشی ڈھانچہ قائم کیا گیا۔ عصر حاضر میں ان اصولوں کا اطلاق ایک نظریاتی خواہش ہی نہیں بلکہ ایک عملی تقاضا بھی بن چکا ہے، خصوصاً ان مسلم ممالک کے لیے جو اخلاقی زوال، بدعنوانی،

اور مالی بے انصافی کا شکار ہیں۔ تاہم، اس اطلاق میں کئی عملی چیلنجز اور بعض روشن مواقع موجود ہیں جن کا تجزیہ ذیل میں کیا جا رہا ہے۔

ماڈرن بینکاری اور سودی نظام کا غلبہ

خلفائے راشدین کے عہد میں سود کی قطعی حرمت، اخلاقی تجارت، اور حقیقی اثاثوں کی بنیاد پر معیشت کا تصور پایا جاتا تھا۔ آج کا جدید مالیاتی نظام سودی بینکاری، ڈیرویٹوز، اور فیٹ کرنسی پر مبنی ہے، جو اسلامی معاشی اصولوں سے صریحاً متصادم ہے۔ اس وقت ایک مسلمان ریاست یا اسلامی بینک کے لیے بغیر سود کے کارپوریٹ فنانسنگ یا حکومتی قرض کا نظام نافذ کرنا ایک مشکل ترین چیلنج ہے۔ قرآنی استدلال:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا الرِّبَا أَضْعَافًا مُّضَاعَفَةً" ²²

کرپشن اور احتساب کا فقدان

حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ جیسے خلفاء نے حکومتی اہلکاروں اور بیت المال کے نگرانوں کے حضرات کے اثاثوں اور طرز زندگی کا کھلا احتساب کیا۔ عصر حاضر میں شفافیت کا یہ معیار ناپید ہوتا جا رہا ہے۔ حکومتی ادارے اکثر سیاسی مداخلت، اقربا پروری، اور رشوت جیسے مسائل کا شکار ہوتے ہیں۔ اس کا سدباب کیے بغیر خلفائی معاشی اصولوں کا اطلاق صرف ایک نظری نعرہ رہ جاتا ہے۔

اسلامی مالیاتی اداروں کا بڑھتا ہوا رجحان

گزشتہ دو دہائیوں میں اسلامی بینکاری، تکافل، وقف مینجمنٹ، اور مضاربہ و مشارکہ پر مبنی ماڈل نے مالیاتی میدان میں ایک قابل ذکر پیش رفت کی ہے۔ اب یہ ادارے صرف مذہبی افراد تک محدود نہیں رہے بلکہ عالمی سطح پر متبادل معاشی ماڈل کے طور پر تسلیم کیے جا رہے ہیں۔ یہ ایک روشن موقع ہے جس سے خلافت راشدہ کے اصولوں کو تدریجاً معاشی نظام میں ضم کیا جاسکتا ہے۔ مثال: دینی اسلامی بینک، میزان بینک (پاکستان)، اور ملیشیا کا اسلامی فنانس انفراسٹرکچر۔

پبلک پالیسی اور قانون سازی میں اسلامی اصولوں کا داخلہ

کئی مسلم ممالک میں آئینی اور قانونی سطح پر اسلامی معاشی اصولوں کو ترجیح دی جا رہی ہے۔ پاکستان کے آئین میں سودی نظام کے خاتمے کی شق موجود ہے (دفعہ 38-F)، جبکہ کئی عدالتوں نے سود کے خلاف فیصلے دیے ہیں۔ اگر پالیسی ساز طبقات میں اخلاص، اجتہادی جرات اور علمی بنیادیں موجود ہوں تو خلفائے راشدین کے اصولوں کو قانون سازی میں مؤثر طریقے سے شامل کیا جاسکتا ہے۔

"خلافتِ راشدہ نے مالیات کو صرف دولت کے حصول کا ذریعہ نہیں، بلکہ عدلِ اجتماعی اور فلاحِ عوام کا وسیلہ بنایا۔"²³

عصر حاضر میں خلفائے راشدین کے اصولوں کا اطلاق نہ صرف دینی ضرورت بلکہ معاشی انصاف، سماجی توازن، اور اخلاقی معیشت کے قیام کے لیے ناگزیر ہو چکا ہے۔ اگرچہ سودی نظام، کرپشن، اور سرمایہ دارانہ اجارہ داری جیسے چیلنجز موجود ہیں، تاہم اسلامی بینکاری، عدالتی فیصلے، اور عوامی شعور جیسے مواقع اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ یہ اصول فقط ماضی کا قصہ نہیں بلکہ آج کی معاشی دنیا کے لیے قابلِ عمل ماڈل ہیں۔

نتائج

1. خلفائے راشدین کا معاشی نظام شفافیت، عدل، مساوات اور عوامی فلاح کے اصولوں پر مبنی تھا، جب کہ عصر حاضر کا مالیاتی نظام منافع خوری، سود اور طبقاتی فرق کو بڑھاوا دیتا ہے۔
2. اسلامی مالیاتی اصول خصوصاً بیت المال، زکوٰۃ، عشر، اور صدقات نے غربت کے خاتمے، دولت کی عادلانہ تقسیم اور معاشرتی تحفظ کو یقینی بنایا، جب کہ جدید نظام میں یہ اہداف سرکاری سبسڈی یا ویلفیئر پروگرامز کے ذریعے جزوی طور پر حاصل ہوتے ہیں۔
3. خلفائے راشدین کے ہاں بیت المال کی آمدنی اور اخراجات کا مکمل حساب رکھا جاتا تھا اور مالیاتی شفافیت کو مرکزی حیثیت حاصل تھی، جب کہ عصر حاضر میں کرپشن، بجٹ خسارے اور قرضوں کا دباؤ عام ہے۔
4. اسلامی اصولوں میں دولت کے غیر ضروری ارتکاز کی حوصلہ شکنی کی گئی ہے، جب کہ سرمایہ دارانہ نظام میں یہ ارتکاز معاشی طاقت کا مرکز بن چکا ہے۔
5. سود کی حرمت، خالص اجرتی نظام، اور پیداوار میں مزدوروں کو مالک کی شراکت جیسے اصول عصر حاضر کے غیر منصفانہ نظام اجرت سے مکمل طور پر مختلف ہیں۔
6. خلفائے راشدین کا طرزِ حکومت عوامی مشورے، دیانتدار قیادت اور مالی احتساب پر مبنی تھا، جو جدید ریاستی معاشی نظام میں بہت حد تک نظر انداز ہو چکا ہے۔
7. اسلامی اصولوں پر مبنی اجتہادی نظام میں حالات کی تبدیلی کے ساتھ چلک اور عملی تطبیق کی گنجائش موجود ہے، جب کہ جدید نظام اکثر عالمی مالیاتی اداروں کی پالیسیوں کا پابند ہو چکا ہے۔
8. عصر حاضر میں اسلامی معاشی اصولوں کے اطلاق کی کوششیں اسلامی بینکاری، تکافل، اور زکوٰۃ سسٹمز کی صورت میں جاری ہیں، لیکن یہ ابھی تک مکمل نظام میں ڈھلنے سے قاصر ہیں۔

²³ سید سلیمان ندوی، خلافت و ملوکیت، دارالاشاعت، 1987، صفحہ 215

9. خلفائے راشدین کے ماڈل سے رہنمائی حاصل کرتے ہوئے عصر حاضر کے لیے ایک متوازن، عادلانہ اور اخلاقی بنیادوں پر قائم معاشی نظام کی تشکیل ممکن ہے، بشرطیکہ اجتہاد، قانون سازی اور پالیسی سازی میں اسلامی اصولوں کو اولیت دی جائے۔

سفارشات

1. جدید مالیاتی نظام کو مستحکم بنانے کے لیے ضروری ہے کہ خلفائے راشدین کے مالیاتی اصولوں کو عصری تناظر میں دوبارہ سمجھا اور عام کیا جائے، تاکہ ان کی روح کے مطابق پالیسیاں تشکیل دی جاسکیں۔
2. تمام اسلامی بینکوں، مالیاتی اداروں اور زکوٰۃ و وقف کے نظام کو خلفائے راشدین کے طرز حکمرانی، مالی شفافیت، عدل، اور احتساب کے اصولوں کے مطابق منظم اور تربیت یافتہ بنانا ضروری ہے۔
3. عصر حاضر کے مالیاتی نظام میں طبقاتی تقسیم کو ختم کرنے کے لیے، ریاستی و نجی سطح پر ایسی معاشی پالیسیاں وضع کی جائیں جو دولت کے ارتکاز کو روکیں اور وسائل کی منصفانہ تقسیم کو فروغ دیں۔
4. خلفائے راشدین کی پالیسیوں میں سود سے پاک معیشت کو عملی شکل دی گئی تھی۔ آج کے بینکاری نظام کو تدریجاً شرعی اصولوں پر منتقل کرنے کے لیے علمی و عملی اجتہاد کی راہ ہموار کی جائے۔
5. زکوٰۃ، عشر، خراج اور بیت المال کے اصولوں کو جدید دور کے فلاحی ریاستی نظام سے جوڑ کر، محتاجوں، یتیموں، بے روزگاروں، اور نادار طبقات کے لیے باقاعدہ ادارہ جاتی فلاحی نظام قائم کیا جائے۔
6. خلفائے راشدین نے مالی امور میں خود کو عوام کے سامنے جو ابده سمجھا۔ آج کی ریاستوں میں مالی معاملات میں شفافیت، کرپشن سے پاک نظام اور مؤثر احتسابی ادارے قائم کیے جائیں۔
7. معاشی اجتہاد کی ضرورت کے پیش نظر ایسے مستقل ادارے بنائے جائیں جہاں اسلامی فقہ، معاصر معاشیات اور مالیات کے ماہرین مل کر جدید مسائل کا حل خلفائے راشدین کی روشنی میں نکال سکیں۔
8. دینی و عصری تعلیمی اداروں میں اسلامی معیشت، خلفائے راشدین کے مالیاتی اصول، اور جدید اسلامی بینکاری کے تقابلی مطالعے کو نصاب کا حصہ بنایا جائے تاکہ نوجوان نسل ان سے عملی طور پر مستفید ہو سکے۔
9. مسلم ممالک کے اشتراک سے ایک ایسا عالمی فورم قائم کیا جائے جو خلفائے راشدین کے معاشی ماڈل کو عالمی سطح پر پیش کرے اور اسلامی مالیاتی اداروں کے درمیان تعاون کو فروغ دے۔

خلاصہ

خلفائے راشدین کے دور خلافت نے اسلامی اقتصادی نظام کی وہ مثالی تصویر پیش کی جو عدل، مساوات، شفافیت، دیانت داری، اور رفاه عامہ پر مبنی تھی۔ ان کے وضع کردہ اصول نہ صرف قرآن و سنت سے اخذ شدہ تھے بلکہ عملی حکمت و فہم پر بھی قائم

تھے، جس کی بنا پر معاشرتی استحکام، دولت کی منصفانہ تقسیم، غربت کا خاتمہ، اور بیت المال کا موثر کردار نمایاں ہوا۔ عصر حاضر کے پیچیدہ اور سودی مالیاتی نظام میں ان اصولوں کا تقابلی جائزہ یہ ثابت کرتا ہے کہ اسلامی اصول آج بھی قابلِ اطلاق اور رہنما حیثیت رکھتے ہیں، بشرطیکہ ان کو جدید ادارتی ڈھانچوں اور پالیسی سازی کے عمل میں دانشمندانہ انداز سے سمویا جائے۔ موجودہ مالیاتی نظام کے اندر مفاد پرستی، اجارہ داری، اور معاشی ناہمواری جیسے مسائل کی جڑ کو اگر کاٹا جاسکتا ہے تو وہ خلفائے راشدین کی اقتصادی حکمت عملیوں کے احیاء اور تطبیق ہی کے ذریعے ممکن ہے۔ یہ مطالعہ اس امر کی جانب رہنمائی کرتا ہے کہ اسلامی مالیاتی ادارے اگر اجتہاد اور مقاصد شریعت کی روشنی میں جدید تقاضوں سے ہم آہنگ نظام مرتب کریں تو ایک متوازن، عادلانہ اور پائیدار معیشت قائم ہو سکتی ہے۔

مصادر ومراجع

1. رازی، فخر الدین۔ التفسیر الکبیر۔ بیروت: دار احیاء التراث العربی، 1990۔
2. ترمذی، محمد بن عیسیٰ۔ السنن، کتاب المناقب۔ بیروت: دار الغرب الاسلامی، 2009۔
3. احمد بن حنبل۔ مسند الإمام أحمد بن حنبل۔ بیروت: دار احیاء التراث العربی، 2009۔
4. ابن ماجہ، محمد بن یزید۔ سنن ابن ماجہ، کتاب الرہون۔ بیروت: دار الفکر، بلا تاریخ۔
5. سیوطی، جلال الدین۔ الجامع الصغیر۔ بیروت: دار الفکر، 1990۔
6. ابن سعد، محمد بن سعد۔ الطبقات الکبریٰ¹۔ بیروت: دار صادر، 1960۔
7. ابن سعد، محمد بن سعد۔ الطبقات الکبریٰ۔ بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1990۔
8. بلاذری، احمد بن یحییٰ۔ فتوح البلدان۔ بیروت: دار الکتب العلمیہ، 2000۔
9. طبری، محمد بن جریر۔ تاریخ الامم والملوک۔ بیروت: دار التراث، 1987۔
10. ابن حجر، احمد بن علی۔ الاصابہ فی تمییز الصحابہ۔ بیروت: دار الفکر، 2004۔
11. ابن عبد البر، یوسف بن عبد اللہ۔ الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب۔ بیروت: دار الحیئل، 2010۔
12. الشریف الرضی۔ نہج البلاغہ۔ بیروت: دار المعرفۃ، 2001۔
13. عبد الحلیم محمود۔ سیرت خلفائے راشدین۔ قاہرہ: دار المعارف، 2003۔
14. شبلی نعمانی۔ الفاروق۔ کراچی: دار الاشاعت، 1998۔
15. سید سلیمان ندوی۔ خلافت و ملوکیت۔ کراچی: دار الاشاعت، 1987۔